

کلام مقدس کی تفسیر

Biblical Interpretation

پلوس نے تیمچیس کو لکھا:

”اپنی اور اپنی تعلیم کی خبرداری کر۔ ان باتوں پر قائم رہ کیونکہ ایسا کرنے سے تو اپنی اور اپنے سننے والوں کی بھی نجات کا باعث ہو گا۔“ (تیمچیس ۱۶:۲)

اول ہر ایک خادم کو چاہیے کہ وہ اس نصیحت کو اپنے دل میں رکھ لے۔ اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنی خبرداری کرے کہ بہیں وہ کوئی غلط مثال تو نہیں قائم کر رہا۔

دوم وہ اپنی تعلیم کی خبرداری کرے۔ کیونکہ اُس کی اور اسے سننے والے کی ابدی نجات کا انحصار اس تعلیم پر ہے جو وہ ان کو دیتا ہے۔ جیسا کہ پلوس نے اس آیت میں لکھا۔ اگر ایک خادم لوگوں کو جھوٹے عقائد کی تعلیم دیتا ہے یا سچائی کو بیان کرنے سے لاپرواہی کرتا ہے۔ تو وہ اپنی اور دوسروں کی بتاہی کرتا ہے۔ جھوٹے عقائد کی تعلیم دینے والے خادم کے لئے معافی نہیں ہے کیونکہ خدا نے اُسے روح القدس اور اپنا کلام دیا کہ وہ سچائی میں اُس کی راہنمائی کریں۔ جبکہ اس کے بر عکس خادم اپنے ذاتی مفادات کے لئے خود کلام مقدس کا مطالعہ کئے بغیر دوسروں کے مشہور نظریات کی تعلیم دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ تعلیم جھوٹے عقائد پر مبنی ہوتی ہے۔

اس سے نچھے کے لئے خادموں کو چاہیے کہ وہ اپنے دل کو پاک کریں اور ان کے یہ مقاصد ہوں (۱) خدا کو خوش کرنا (۲) اور لوگوں کو تیار کرنا تاکہ وہ یہ سواع کے سامنے کھڑے ہو سکیں۔

مزید یہ کہ وہ خدا کے کلام کا مطالعہ کریں تاکہ وہ اس کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

پلوس نے تیمچیس کو یہ بھی لکھا:

”اپنے آپ کو خدا کے سامنے مقبول اور ایسے کام کرنے والے کی طرح پیش کرنے کی کوشش کر جسکو شرمende ہونا نہ پڑے اور جو حق کے کلام کو درستی سے کام میں لاتا ہو،“ (تیمچیس ۱۵:۲)

کلام مقدس کا سلسہ وار مطالعہ خادم کو ملزم کرتا ہے۔ جب وہ پوری لگن کے ساتھ خدا کے کلام کا مطالعہ کرتا ہے، تو روح القدس کلام مقدس کو اچھی طرح سمجھنے میں اُس کی مدد کرتا ہے۔ پس وہ کلام کی سچائی پر ہمیشہ قائم رہنے کا عہد کرے۔ آج کلیسیاء میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ خادم خدا کے کلام کی غلط تشریح کرتے ہوئے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ یہ چیز بڑی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ یعقوب بنی نے خبردار کیا ”اے میرے بھائیو! تم میں سے بہت سے اُستاد نہ نہیں کیونکہ جانتے ہو کہ ہم جو

اُستاد ہیں زیادہ سزا پا سکتے گے،” (یعقوب ۱:۳)

چنانچہ شاگردوساز خادم پر لازم ہے وہ کلام مقدس کو صحیح طور پر سمجھنے اور بیان کرنے کے لئے کلام مقدس کی صحیح انداز میں ترجمانی کرے۔ خدا کے کلام کی صحیح ترجمانی ایسی ہی ہے جیسے کسی اور کے الفاظ کی صحیح ترجمانی ہو۔ اگر ہم کسی مصنف یا مقرر کے الفاظ کو مکمل طور پر سمجھنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں ترجمانی کے کچھ خاص طریقوں پر عمل کرنا ہوگا۔ ان اصولوں کی بنیاد پر ہم ہے۔

اس باب میں ہم باہل مقدس کی صحیح ترجمانی کرنے کے تین اصولوں کے بارے پڑھیں گے۔

یا اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ عقل سے پڑھیں۔

۲۔ سیاق و سبق کے ساتھ پڑھیں۔

۳۔ ایمانداری سے پڑھیں۔

اصول نمبر ۴ عقل سے پڑھیں:-

آپ جو کچھ پڑھتے ہیں اُس کا اُس وقت تک لفظ بالفظ ترجمہ کریں جب تک آپ اُس کو علماتی طور پر سمجھنیں لیتے۔ تمام ادب کی طرح کتاب مقدس بھی علماتی باتوں سے بھری پڑی ہے۔ جیسا کہ استعارہ، مبالغہ اور تشیہات۔

استعارہ یا تشیہہ و متصاد یہیوں کے درمیان ایک جیسی خصوصیات کا موازنہ ہے۔ کتاب مقدس میں بہت سی تشیہات استعمال کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک ہمیں آخری فتح کے دوران صحیح کے کلام میں ملتی ہے۔

”جب وہ کھارہ ہے تھے یوسف نے روٹی لی اور برکت دے کر توڑی اور شاگردوں کو دے کر کہا لوکھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ پھر یاالہ لے کر شکر کیا اور انکو دے کر کہا تم سب اس میں سے پیو۔ کیونکہ یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتریوں کے لئے گناہوں کی معافی کے واسطے بھایا جاتا ہے۔“ (متی ۲۶:۲۸-۲۷)

کیا یوسف کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جو روٹی وہ ان کو دے رہا تھا وہ ہو بہ ہو اس کا بدن تھا۔ اور جو میں اُس نے اُن کو پینے کو دی وہ اُس کا خون تھی؟ عام فتنی سے پتہ چلا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔

کتاب مقدس میں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یوسف نے اُن کو روٹی اور میڈی۔ یہ خیال کرنا سراسر غلط ہے کہ شاگرد آدم خور تھے۔ اور انہوں نے یوسف کا بدن کھایا اور خون پیا۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے ”یوسف نے کھاروٹی اور میڈی اُس کا خون اور بدن ہے۔ پس میں اس بات پر ایمان لانے کے لئے تیار ہوں کہ یوسف نے کیا کہا۔“

یوسف نے ایک دفعہ یہ بھی کہا تھا کہ میں دروازہ ہوں (یوحنا ۹:۹) کیا وہ ہو بہ ہو دروازہ ہنا؟ یوسف نے ایک دفعہ یہ بھی کہا کہ انگور کا حقیقی درخت میں ہوں اور تم سب ڈالیاں ہو۔ (یوحنا ۱۵:۵)

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ یوسف ہو بہ انگور کا درخت ہنا؟ کیا ہم صحیح انگور کے درخت کی ڈالیاں ہیں؟ یوسف نے ایک دفعہ کھادنیا کا انور میں ہوں اور جو روٹی آسمان سے اُتری وہ میں ہوں۔ (یوحنا ۹:۵، ۶، ۷)

کیا یوں سورج کی روشنی اور روٹی بھی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ چیزوں کو تشبیہات میں بیان کرنے کا انداز ہے۔ یہ بنیادی طور پر دو ایک جسمی چیزوں کا موازنہ ہے۔ ان میں کچھ خصوصیات مشترک ہوتی ہیں۔ جیسا کہ بعض دفعہ یوں نے خود کو دروازہ اور انگور کا درخت کہا۔ آخری فتح کے موقع کا بیان بالکل تشبیہاتی تھا۔ میں اس کے خون کی مانند تھی۔ (بعض صورتوں میں) روٹی اس کے بدن کی مانند تھی (بعض صورتوں میں)۔

مسح کی تمثیلیں

Christ's Parables

مسح کی تمثیلیں تشبیہات ہیں لیکن تشبیہات میں ہمیشہ ایک لفظ ”پس“ ایسا یا مانند ہوتا ہے۔ دو غیر مماثل ایشاء میں مماثل خصوصیات کا موازنہ روحانی سبق دیتا ہے۔ ترجیحی کرتے وقت اس اصول کو پیش نظر کتنا بہت ضروری ہے۔ ورنہ ہم تمثیل کو سمجھنے میں غلطی کر سکتے ہیں۔ تشبیہات اور تمثیلیں عام طور پر ایسے مقام پر ملتی ہیں جہاں مماثلت ختم ہوتی ہے اور غیر مماثلت شروع ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر اگر میں اپنی بیوی سے کہوں تھا ری آنکھیں جھیل کی مانند ہیں۔ تو میرے کہنے کا مطلب ہے کہ اس کی آنکھیں نیلی گہری اور جاذب نظر اور پُر کش ہیں۔ میرے کہنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اُن میں مچھلیاں تیرتی ہیں۔ پرندے اُن پر بیٹھتے ہیں اور وہ سردیوں کے موسم میں برف کی مانند جم جاتی ہیں۔

آئیں یوں مسح کی تین تمثیلوں پر غور کریں۔

اول، ہم بڑے جال کی تمثیل پر غور کرتے ہیں۔

”پھر آسمان کی بادشاہی اُس بڑے جال کی مانند ہے جو دنیا میں ڈالا گیا اور اُس نے ہر قسم کی مچھلیاں سمیت لیں اور جب بھر گیا تو اُسے کنارے پر کھنچ لائے اور پیٹھ کراچھی برتوں میں جمع کر لیں اور جو خراب تھیں پھینک دیں۔ دنیا کے آخر میں ایسا ہی ہو گا۔ فرشتے نکلیں گے اور شریروں کو راستہ ازاوں سے جدا کر یہ گئے اور آنکھاًگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے۔“

(متی: ۵۶-۵۷)

کیا آسمان کی بادشاہی اور بڑا حال بنیادی طور پر ایک جیسے ہیں؟ بالکل نہیں۔ وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن ان میں کچھ خصوصیات مشترک پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ مچھلیوں کو جانچا جاتا ہے اور پھر ان میں سے اچھی اچھی کو اکٹھا کر لیا جاتا ہے۔ پس خدا کی بادشاہی میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایک دن سب بد کردار اور راستہ ازاٹھی کے جائینے جواب اکٹھے زندگی گزارتے ہیں۔ ان کو علیحدہ علیحدہ کیا جائیگا۔ اس مقام پر اُن دونوں میں پائی جانے والی مماثلت ختم ہو جاتی ہے۔ مچھلیاں تیرتی ہیں لوگ چلتے ہیں۔ ماہی گیر مچھلیوں کو علیحدہ علیحدہ کرتا ہے۔ فرشتے بدکاروں کو راستہ ازاوں سے علیحدہ کر یہ گئے۔ اچھی مچھلیوں کی تصدیق پکنے کے بعد اُن کے ذائقے کی بنا پر کی جاتی ہے۔ جبکہ لوگوں کی تصدیق اُن کی تابعداری اور نافرمانی کی بنا پر کی جاتی ہے۔

راستباز خدا کی بادشاہی کے وارث ہونے لگے اور بدکردار جنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔
اس تمثیل سے ثابت ہوتا ہے کہ تشبیہ اور تمثیل کا موازنہ ناکمل ہے کیونکہ ان میں کوئی مشاہدت نہیں پائی جاتی۔ ہمیں مقرر کی طرح یہ تصویر نہیں کرنا چاہیے کہ غیر مماثلت حقیقت میں مماثلت ہے۔

مثال کے طور پر ہم سب جانتے ہیں کہ اچھی مصلحتیں پکائی جائیں اور رُبیٰ مچھلیوں کو دوبارہ پانی میں پھینک دیا جائے گا۔ یہوں نے یہ نہیں کیا کہ یہ کام اُس کے مقصد کے خلاف ہے۔

تمثیل ہمیں ”جال ہیجنے والی منسری“ کی ترکیب کی تعلیم نہیں دیتی، جس کے تحت تمام راستبازاوں اور بدکرداروں کو ہر ایک کلیاء کے جال میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ تمثیل ہمیں اس بات کی تعلیم نہیں دیتی کہ صالح گواہی دینے کے لئے ایک اچھا مقام ہے۔ یہ تمثیل اس بات کو ثابت نہیں کرتی کہ مصیبت عَنْلَمِی کے دن کلیاء بے خودی کی حالت میں ہوگی۔ یہ تمثیل ہمیں اس بات کی تعلیم نہیں دیتی کہ ہماری نجات حقیق طور پر خدا کا تمثیل چنان ہے۔ کیونکہ تمثیل میں جن مچھلیوں کا چتاو کیا گیا اُن کے انتخاب کی کوئی وجہات نہ تھیں۔ اُن بالتوں پر زیادہ زور نہ دیں جن سے یہوں مجھ نے تمثیلوں میں خبردار نہیں کیا۔ (پیچھے رہ جانے والی تیار ہوئی)

ہم دس کنواریں کی تمثیل پر غور کریں گے

Remaining Ready

”اُس وقت آسمان کی بادشاہی اُن دس کنواریوں کی مانند ہوگی۔ جو اپنی مشعلیں لے کر زدہ بارے استقبال کو ٹکیں۔ اُن میں پانچ بیوقوف اور پانچ عقلمند تھیں۔ جو بیوقوف تھیں انہوں نے اپنی مشعلیں تو لے لیں مگر تیل اپنے ساتھ نہ لیا مگر عقلمندوں نے اپنی مشعلوں کے ساتھ اپنی کپیوں میں تیل بھی لے لیا۔ اور جب زدہ بارے دیرگائی تو سب اونگٹے لگیں اور سو گئیں۔ آدمی رات کو دھوم مچی کر دیکھوڑا لہا آگیا! اُس کے استقبال کو ٹکلو۔ اُس وقت وہ سب کنواریاں انٹھ کر اپنی مشعل درست کرنے لگیں۔ اور بیوقوفوں نے عقلمندوں سے کہا کہ اپنے تیل میں سے کچھ ہم کو بھی دید و کیونکہ ہماری مشعلیں بھی جاتی ہیں۔ عقلمندوں نے جواب دیا کہ شاید ہمارے تہبarrے دونوں کے لئے کافی نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ بیچنے والوں کے پاس جا کر اپنے واسطے مول لے لو۔ جب وہ مول لینے جاری تھیں تو زدہ لہا آپنچا اور جو تیار تھیں وہ اُس کے ساتھ شادی کے جشن میں اندر چل گئیں اور دروازہ بند ہو گیا۔ پھر وہ باقی کنواریاں بھی آئیں اور کہنے لگیں اے خداوند، اے خداوند! ہمارے لئے دروازہ کھول دے۔ اُس نے جواب میں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں تم کو نہیں جانتا۔ پس جا گتے رہو کیونکہ ”تم نہ اُس دن کو جانتے ہو نہ اُس گھری کو“۔

(متی ۱۳:۲۵)

اس تمثیل کا اصلی سبق کیا ہے؟ اس کا جواب ہمیں اس عمارت کے آخری فقرہ میں ملتا ہے یعنی پس جا گتے رہو کیونکہ تم نہ اُس دن کو جانتے ہو نہ اُس گھری کو۔ جیسا کہ میں نے پہلے باب میں بیان کیا۔ یہوں مجھ نے یہ تمثیل اپنے بہت قریبی شاگردوں

سے کبی (مرقس ۱۳:۲۲) (متی ۳:۲۲) جو اس وقت کمال تابعداری سے اُس کی پیروی کرتے تھے۔ پس اس تمثیل سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے ممکن تھا کہ یوحنًا، پطرس، یعقوب اور اندریاس یسوع کے والپ آنے پر تیار نہ ہوں۔ اس لئے یسوع نے اُن کو خبر دار کیا۔ پس اس تمثیل سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ ممکن ہے وہ لوگ جوابِ صحیح کی آمد کے لئے تیار ہیں۔ وہ اس وقت تیار نہ ہوں جب وہ حقیقی طور پر آئے۔ دس کنواریاں ابتدائی طور پر تیار تھیں لیکن اُن میں سے پانچ گمراہ ہو گئیں۔ کیا اگر دلہما جلدی وہ اپس آجاتا تو وہ دس کنواریاں سب کی سب شادی کے جشن میں شریک ہوتیں؟ پانچ یہ تو قوف اور پانچ کنواریوں کے عقلمند ہونے کی خاص بات کیا تھی؟ کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے جب یسوع آئیگا تو اس وقت آدھے نومرید ایماندار تیار ہو گلے؟ نہیں۔ تسل کی اہمیت کیا ہے؟ کیا یہ روح القدس کی نمائندگی کرتا ہے؟ نہیں۔ کیا یہ ہم پر اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ آسمان کی بادشاہی میں صرف وہی شامل ہو گئے جنہوں نے روح القدس کا پتہ صاحل کیا؟ نہیں! کیا دلبے کا آدھی رات کو آتا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یسوع مسیح آدھی رات کے وقت آئیگا؟ نہیں۔ دلبے نے عقلمند کنواریوں سے یہ کیوں نہ کہا کہ وہ دروازے پر کھڑی ہوں اور اپنی یہ تو قوف ساتھیوں کی شناخت کریں؟ اگر دلہما ایسا کرنے کو کہتا تو پھر اس سے تمثیل کا اصلی مقصد بتاہ ہو جاتا۔ کیونکہ وہ یہ تو قوف کنواریاں بھی پھر سے شادی کے جشن میں داخل ہو جاتیں۔ شاید یہ کہنا بجا ہو جیسا کہ یہ تو قوف کنواریوں کے پاس روشنی تھی اور سونے کو چل گئیں۔ چنانچہ یہ تو قوف ایماندار روحانی اندھیرے میں چلیں اور روحانی طور پر سونے کے لئے جائیں اور یہی اُن کی سزا ہے۔

پھل لاو

Bearing Fruit

”اُس نے ایک اور تمثیل اُن کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آسمان کی بادشاہی اُس آدمی کی مانند ہے جس نے اپنے کھیت میں اچھائی بولیا۔ مگر لوگوں کے سوتے میں اُس کا دشمن آیا اور گیہوں میں کڑوے دانے بھی بولیا۔ پس جب پیتاں لکھیں اور بالیاں آئیں تو وہ کڑوے دانے بھی دکھائی دیئے۔ نوکروں نے آکر گھر کے مالک سے کہا اے خداوند کیا تو نے اپنے کھیت میں اچھائی بھی بولیا تھا؟ اُس میں کڑوے دانے کہاں سے آئے؟ اُس نے اُن سے کہا یہ کسی دشمن کا کام ہے۔ نوکروں نے اُس نے کہا تو کیا چاہتا ہے کہ ہم جا کر اُن کو جمع کریں؟ اُس نے کہا نہیں ایسا نہ ہو کہ کڑوے دانے جمع کرنے میں تم اسکے ساتھ گیہوں بھی اُکھاڑ لو۔ کٹائی تک دونوں کو اکٹھا بہرھنے دو اور کٹائی کے وقت میں کائنے والوں سے کہہ دو گا کہ پہلے کڑوے دانے جمع کرلو اور جلانے کے لئے اُن کے گلھے باندھ لوا و گھیوں کو میرے کھتے میں جمع کر دو۔“ (متی ۱۳:۲۳-۲۴)

اب ایک خادم کی وضاحت سنئے:

حقیقت یہ ہے کہ جب کڑوے دانوں اور گیہوں میں بالیاں آتی ہیں تو کوئی بھی اُن کی شناخت نہیں کر سکتا ہے کہ یہ کڑوے

ہیں یا نہیں۔ دنیا اور کلکیسیاء میں بھی ایسا ہی ہے۔ کوئی بھی اس بات کی شناخت نہیں کر سکتا کہ کون سچا میکھی ہے اور کون بے ایمان ہے۔ اُن کے رہن سہن سے اُن کی شناخت نہیں کی جاسکتی ہے کیونکہ بہت سارے میکھی ایسے ہیں جو بے ایمانوں کی نسبت زیادہ میکھی کی نافرمانی کرتے ہیں۔ صرف خدا ہی اُن کے دلوں کو جانتا ہے۔ اور وہ ہی آخری دن ان کو علیحدہ علیحدہ کریگا۔ کڑوے دانوں اور گھبیوں کی تمثیل کا نقطہ نظر یہ نہیں ہے۔ حقیقت میں یہ ہمیں اس بات کی تعلیم دیتی ہے کہ ایماندار اپنے اعمال کی وجہ سے بے ایمانوں سے قبل امتیاز ہیں۔ غور کریں کہ جب پیاس تکلیں اور بالیاں آئیں تو نوکر جانتا تھا کہ گھبیوں میں کڑوے دانے بھی ہیں۔ (۲۶۲ آیت)

میرا خیال ہے کہ یہ سچنا درست ہوگا کہ یسوع میکھنے نے بے پھل کڑوے دانوں کو بد کرداروں کی نمائندگی کرنے کے لئے چھا جن کو اٹھایا جائیگا اور جہنم کی آگ میں ڈالا جائیگا۔ اس تمثیل کا بنیادی نقطہ یہ ہے: حقیقی نجات یافتہ پھل لاتے ہیں جبکہ غیر نجات یافتہ بے پھل ہوتے ہیں۔ اگرچہ خدا غیر نجات یافتہ کو نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ بڑھنے دیتا ہے۔ تاہم ایک دن ان کو راستبازوں سے علیحدہ کریگا اور جہنم کی آگ میں ڈالے گا۔

حقیقت میں یسوع نے اس تمثیل کیوضاحت بھی کی چنانچہ اس کی مزیدوضاحت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ”اُس وقت وہ بھیڑ کو چھوڑ کر گھر میں گیا اور اُس کے شاگردوں نے اُسے کے پاس آ کر کہا کہ کھیت کے کڑوے دانوں کی تمثیل ہمیں سمجھا دے۔ اُس نے جواب میں کہا کہ اچھے بیچ کا بونے والا ہبہ آدم ہے۔ اور کھیت دنیا ہے اور اچھائی بادشاہی کے فرزند اور کڑوے دانے اُس شری کے فرزند ہیں۔ جسکو دشمن نے اُن میں بیویا وہ ابیں ہے اور کٹائی دنیا کا آخر ہے اور کائنے والے فرشتے ہیں۔ پس جیسے کڑوے دانے جمع کیے جاتے اور آگ میں جلائے جاتے ہیں ویسے ہی دنیا کے آخر میں ہوگا۔ ہبہ آدم اپنے فرشتوں کو بھیج گا اور وہ سب ٹھوکر کھلانے والی چیزوں اور بد کاروں کو اسکی بادشاہی میں جمع کریں گے۔ اور اُن کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے۔ وہاں رونا اور دانتوں کا پینا ہوگا۔ اُس وقت راستباز اپنے باپ کی بادشاہی میں آفتاب کی مانند چمکیں گے۔ جس کے کام ہوں وہ کن لے۔“ (متی ۱۳: ۳۶-۳۷)

مبالغہ Hyperbole

بانگل مقدس میں ایک دوسری چیز مبالغہ آمیزی ہے۔ بانگل مقدس کے طرز بیان میں بڑی مبالغہ آمیزی پائی جاتی ہے۔ کسی بات پر زور دینے کے لئے مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے۔ جب ایک ماں اپنے بچے کو بتاتی ہے ”میں نے تمہیں ہزار دفعہ کہا کہ گھر آ کر کھانا کھا لاؤ“ یہ مبالغہ آرائی ہے۔ بانگل مقدس میں مبالغہ کی مثال ہمیں یسوع کے اس بیان سے ملتی ہے کہ اندازیاں ہاتھ کاٹ کر پھینک دو۔

”اور اگر تیرا دہنا تھے تھجے ٹھوکر کھلائے تو اس کو کاٹ کر اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے لیے بھی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا ہے اور تیر اسرا بدن جہنم میں نہ جائے۔“ (متی ۵: ۳۰)

اگر یسوع کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی جس کا دایاں ہاتھ اس کے لیے ٹھوکر کا باعث بنے اُسے چاہیے کروہ اپنا ہاتھ کاٹ دے۔ تب ہم سب کو اپنا دایاں ہاتھ کھونا پڑیں گا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ گناہ کی اصل وجہ ہے ہمارے ہاتھ نہیں۔ اس

بیان کا مطلب ہے کہ یسوع ہمیں اس بات کی تعلیم دے رہا تھا کہ گناہ ہم کو جہنم میں بھیج سکتا ہے۔ لہذا ان رکاوٹوں کو دور کرنا چاہیے جو ہمارے لیے ٹھوکر کا باعث بن سکتی ہیں۔

تشیہات Antheropomorphism

بانسل مقدس کے طرز بیان میں تیرسی پائی جانے والی چیز تشیہات ہیں۔

”اور خداوند اس شہر اور برج کو جسے بنی آدم بنانے لگے دیکھنے کو انترا“۔ (پیدائش ۱۱:۵)

یہ ایک تشبیہ ہے کیونکہ ایسا خیال کرنا ناممکن ہے کہ خدا آسمان سے سفر کر کے باہل میں آیا تاکہ دیکھے کہ اس کے لوگوں نے کیا تعمیر کیا۔ کلام مقدس کے بہت سارے عالم یہ خیال کرتے ہیں کہ کلام مقدس کا ہر ایک بیان خدا کے بدن کے حصوں جیسا ہے کہ اس کے ہاتھ، ناک، آنکھیں اور بال تشبیہات کے طور پر بیان کرتا ہے۔ وہ لیقینی طور پر کہتے ہیں خدا قادر مطلق کے یہ حصے نہیں ہیں جیسا کہ انسان رکھتا ہے۔ میں اس بیان سے اتفاق نہیں کرتا اور اس کی کئی ایک وجہات ہیں۔ کیونکہ کتاب مقدس ہمیں اس بات کی تعلیم دیتی ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر اپنی مانند پیدا کیا۔

”پھر خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند بنائیں۔۔۔“ (پیدائش ۲۶:۳)

کچھ کہتے ہیں کہ خدا نے ہمیں اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند اس لیے بنایا تاکہ ہم خود سے باخبر ہوں اور اپنی اخلاقی ذمہ دار یوں کو جانیں۔ تاہم آئیں ایک اور بیان پڑھیں جو (پیدائش ۲۶:۱) میں ملتا جلتا ہے۔

”اور آدم ایک سوتیں برس کا تھا جب اُس کی صورت اور شبیہہ کا ایک بیٹا اُس کے ہاں پیدا ہوا اور اُس نے اُس کا نام سیت رکھا“۔ (پیدائش ۳:۵) اس کا مطلب یہ ہے کہ سیت جسمانی لحاظ سے بالکل اپنے باپ کی مانند تھا۔ اگر پیدائش ۳:۵ کے بیان کا یہی مطلب ہے تو پھر یہ طرز شناخت بالکل وہی ہے جو (پیدائش ۲۶:۱) میں بیان کیا گیا۔ بانسل مقدس کے وہ مصنفین جنہوں نے خدا کو دیکھا انہوں نے خدا کی شکل کو بیان کیا۔ مثال کے طور پر موی کے ساتھ تہتر (۷۳) اور اسرائیلیوں نے خدا کو دو مرتبہ دیکھا۔

”تب موئی اور ہارون اور ندب اور ایہو اور بنی اسرائیل کے ستر بزرگ اوپر گئے۔ اور انہوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا اور اُس کے پاؤں کے نیچے نیم کے پتھر کا چبوڑہ ساتھا۔ جو آسمان کی مانند شفاف تھا۔ اور اُس نے بنی اسرائیل کے شرفاء پر اپنا ہاتھ نہ بڑھایا۔ سو انہوں نے خدا کو دیکھا اور کھایا اور پیا“۔ (خروج ۹:۲۳)

اگر آپ نے موئی سے پوچھا ہوتا کہ کیا خدا کے ہاتھ اور پاؤں تھے تو وہ کیا کہتا؟ دو ایں بنی نجی نے بھی خدا بآپ اور خدا بیٹے کو رویا میں دیکھا۔

”میرے دیکھتے ہوئے تخت لگائے گئے اور قدیم الایام میٹھ گیا۔ اس کا لباس برف سا سفید تھا اور اُس کے سر کے بال خالص اون کی مانند تھے۔ اس کا تخت آگ کے شعلہ کی مانند تھا اور اس کے پیسے جلتی آگ کی مانند تھے۔ اُس کے حضور سے آتشی دریا جاری تھا۔ ہزاروں ہزار اُس کی خدمت میں حاضر تھے اور لاکھوں لاکھ اُس کے حضور کھڑے تھے۔ عدالت ہو رہی تھی اور

کتابیں کھلی تھیں۔ اور باقی حیوانوں کی سلطنت بھی ان سے لے لی گئی لیکن وہ ایک زمانہ اور ایک دور تک زندہ رہے۔ میں نے رات کو روپا میں دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آدمی کی مانند آسمان کے پادلوں کے ساتھ آیا اور قدیم الایام تک پہنچا۔ وہ اس کے حضور لاے۔“ (دانی ایل ۷: ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴)

اگر آپ دانی ایل سے پوچھتے کہ کیا خدا کے بال سفید تھے اور کیا اُس کے بیٹھنے کے لیے تخت لگایا گیا تھا۔ تو وہ کیا جواب دیتا؟ اس بحث سے میں اس بات کا قائل ہوں کہ خدا اپ جلالی صورت رکھتا ہے جو آدمی کی مانند ہے۔ اگرچہ وہ جسم اور خون سے نہیں بنائے کیونکہ وہ روح ہے۔ (یوحننا ۲: ۲۳) آپ اس بات کا کس طرح امتیاز کر سکتے ہیں کہ کتاب مقدس کے کس حصے کا مطلب ہو بہو ہی ہے اور کس کی علمتی انداز میں تشریح یا ترجمانی کرنی چاہیے؟ اس کو وہ شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے جو منطق کے مطابق دلیل دے سکتا ہے۔ ہر ایک چیز کی اُس وقت تک ہو باہو تشریح کریں جب تک آپ کو اُس کی لکھی ہوئی علمات کا ترجمہ کرنے کے لیے عقلی تبدل نظر نہ آئیں۔ مثال کے طور پر پرانے عہد نامے کے نیوں اور مکاشفہ کی کتاب علامات سے بھری پڑی ہیں۔ اُن میں سے کچھ کی وضاحت کی گئی ہے اور کچھ کی نہیں۔ لیکن علامات کی شناخت کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اصول نمبر ۲: سیاق و سباق کی روح سے پڑھیں۔

ہر ایک عبارت کی ترجمانی آگے پیچھے کی عبارت اور تمام بابل مقدس کی روشنی میں کرنی چاہیے۔ اگر ممکن ہو تو تاریخی اور شفافی متن پر بھی غور کریں۔ کتاب مقدس کی غلط ترجمانی کی وجہ، اس کے مضمون یا متن کو مد نظر رکھ ل بغیر اُس کا مطالعہ کرنا ہے۔ اگر آپ آیت کو اُس کے متن یا مضمون سے علیحدہ کر دیں تو ممکن ہے کہ بابل مقدس وہ کہے جو آپ کہنا چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کیا آپ جانتے ہیں کہ بابل مقدس کہتی ہے کہ خدا موجود نہیں ہے؟ زبور ۱۲: ۱ میں ہم پڑھتے ہیں ”خدا کوئی نہیں“۔ (زبور ۱: ۱۲) اگر ہم ان الفاظ کی صحیح ترجمانی کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اُس کو اُس کے متن کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

”احمق نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کوئی نہیں“ (زبور ۱: ۱) اب اس آیت کا مطلب بالکل بدلتا جائیگا۔

ایک اور مثال: ایک دفعہ کاذکر ہے کہ میں نے ایک خادم کو اس بات پر وعظ کرتے سنا کہ ”مسیحیوں کو آگ کے پتسمہ کی ضرورت ہے“ اُس نے اپنے وعظ کا آغاز یو جتنا پتسمہ دینے والے کے ان الفاظ سے کیا۔

”میں تو تمکو توبہ کے لیے پانی سے پتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے میں اُس کی جوتیاں اٹھانے کے لاکن نہیں۔ وہ تم کو روح القدس اور آگ سے پتسمہ دیگا“۔ (متی ۱۱: ۳)

اس نے اپنے وعظ میں اس آیت کو بنیاد کے طور پر استعمال کیا۔ مجھے اب بھی اُس کے یہ الفاظ یاد ہیں۔ ”آپ کے لیے صرف روح القدس کا پتسمہ ہی کافی نہیں ہے کیونکہ یہ یسوع مسیح آپ کو آگ کا پتسمہ بھی دینا چاہتا ہے۔ جیسا کہ یو جتنا پتسمہ دینے والے نے اُس کی منادی کی۔“

اس خادم نے آیت کو اُس کے متن سے نکال کر اُس کی روح کو ہی بدل کر رکھ دیا۔ کیا یو جتنا پتسمہ دینے والے نے یہ کہا کہ

یسوع تم کو آگ کے ساتھ پتھمہ دیگا۔ تو اس کے کہنے کا مطلب کیا تھا؟ اس کا جواب تلاش کرنے کے لیے ہمیں اس سے پہلے کی دو آیات اور اس کے بعد کی ایک آیت کا مطالعہ کرنا بہت ضروری ہے۔

”اور اپنے دلوں میں یہ کہنے کا خیال نہ کرو کہ ابراہام ہمارا باپ ہے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا ان پتوں سے ابراہام کے لیے اولاد دیدا کر سکتا ہے۔ اور اب درختوں کی جڑوں پر کلبہ اڑ کھا ہوا ہے۔ پس جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاتا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔“ (متی ۱۰: ۹-۱۰)

پہلے نہ پر ان آیات سے ہم یہ بات سمجھتے ہیں۔ یوحنہ کو سننے کے لیے اس دن جتنے لوگ جمع تھے ان میں اکثریت یہودیوں کی تھی۔ جو یہ خیال کرتے تھے کہ باپ ابراہام کی اولاد ہونے کی وجہ سے وہ نجات یافتہ ہیں۔ پس یوحنہ پتھمہ دینے والے کا وعظ بشارتی تھا۔ ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ یوحنہ نے خبردار کیا کہ غیر نجات یافتہ لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بجا ہو گا کہ جس آگ کا یوحنہ پتھمہ دینے والے نے اس آیت میں ذکر کیا یہ وہی آگ ہے جس کا ذکر اس نے آیت نمبر ۱۱ میں کیا۔ جب ہم آیت نمبر ۱۲ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات ہم پر بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

”اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنے کھلیہاں کو خوب صاف کر گیا اور اپنے گھباؤں کو تو کھٹتے ہیں جمع کر گیا مگر بھوسی کو اس آگ میں جلانے گا جو بھٹنے کی نہیں۔“ (متی ۱۲: ۳)

۱۱ اور ۱۲ آیت میں یوحنہ پتھمہ دینے والے نے جس آگ کے بارے کہا وہ جہنم کی آگ تھی۔ آیت نمبر ۱۲ میں یوحنہ نے تشبیہ کہا کہ یسوع لوگوں کو دگروپوں میں تقسیم کرے گا۔ وہ گھباؤں کو تو اپنے کھٹتے میں جمع کر گیا لیکن بھوسی کو آگ میں جلانے گا جو بھٹنے کی نہیں ہے۔ اس سے پیشتر آیات کا مطالعہ کرنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یوحنہ پتھمہ دینے والے نے آیت نمبر ۱۱ میں یہ بیان کیا کہ یسوع ایمانداروں کو روح القدس سے پتھمہ دیگا اور بے ایمانوں کو آگ سے۔ اور یہی اس کا مطلب ہے۔ لہذا کسی بھی خادم کو اس بات کی تعلیم نہیں دینی چاہیے کہ مسیحیوں کو آگ کے پتھمہ کی ضرورت ہے۔ ان آیات کے علاوہ ہم نئے عہد نامہ کے باقی حصے کو بھی مدنظر رکھ سکتے ہیں۔

کیا ہمیں اعمال کی کتاب میں کوئی مثال ملتی ہے کہ جہاں مسیحیوں سے کہا گیا ہو کہ انہیں آگ کا پتھمہ حاصل کرنا ہو گا؟ نہیں۔ اس سے ملتی جلتی ایک چیز ہے میں اوقا کے بیان میں نظر آتی ہے کہ جب عید پیغمبر کو دن شاگردوں کو روح القدس کا پتھمہ ہوا تو اُن کے سروں پر عارضی طور پر آگ کی مانند پھوٹی ہوئی زبان میں دکھاتی دیں۔ لیکن اوقا نے یہ نہیں کہا کہ یہ آگ کا پتھمہ تھا۔ کیا ہمیں مسیحیوں کو لکھے گئے خطوط میں اس فرم کی کوئی نصیحت ملتی کہ وہ آگ کا پتھمہ حاصل کریں؟ نہیں۔ پس یہ نتیجہ اخذ کرنا ہو گا کہ کسی بھی مسیحی کو آگ کا پتھمہ حاصل کرنے کی تلاش نہیں کرنی چاہیے۔

إنجيل كي غلط ترجماني

A False Gospel Derived From Scripture

وہ استاد اور خادم جو متن یا مضمون کو سمجھنے میں ناکام ہوتے ہیں اور کتاب مقدس کی غلط ترجمانی کرتے ہیں۔ وہ اکثر اوقات

خوبخبری کو غلط انداز میں پیش کرتے ہیں۔

خدا کے فضل کے بارے جھوٹی تعلیمات کی یہ ہی ایک وجہ ہے۔ مثال کے طور پر پلوس نے بیان کیا کہ نجات فضل کا پھل ہے ناکہ اعمال کا۔ (افسیوں ۸:۲) جھوٹی خوبخبری کو ترقی دینے سے روکتے۔ یہ غلط فہمی اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ متن یا مضمون سے لا پرواہی کی جاتی ہے۔

پلوس نے لکھا

”کیونکہ تم کو ایمان کے وسیلے سے فضل ہی سے نجات ملی ہے اور یہ تمہاری طرف سے نہیں خدا کی بخشش ہے۔ اور نہ اعمال کے سب سے ہے تاکہ کوئی فخر نہ کرے“ (افسیوں ۹:۸)

بہت سارے پلوس کے اس بیان پر بہت زور دیتے ہیں کہ نجات فضل کے باعث ہے جو کہ ایک نعمت ہے جو اعمال کے سب سے نہیں ہے۔ یہ چیز کلام مقدس میں ہزاروں آیات کی گواہی کے بر عکس ہے۔ وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ نجات اور پاکیزگی کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور کچھ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ نجات کے لئے توہہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہ کتاب مقدس کی غلط ترجیحی کی ایک بڑی مثال ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ متن یا مضمون کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ آئیں پہلے نمبر پر ہم دیکھتے ہیں کہ زیرِ بحث عبارت کے حقیقی الفاظ کیا ہیں۔ پلوس نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے فضل کے باعث نجات پائی بلکہ ہم نے ایمان کے وسیلے سے فضل ہی سے نجات پائی۔

نجات کی مساوات میں فضل کی طرح ایمان بھی اُس کا حصہ ہے۔ کلام مقدس میں لکھا ہے کہ ایمان اعمال کے بغیر مردہ ہے۔ اس لئے ایمان نجات نہیں دلا سکتا ہے (یعقوب ۱۳:۲۔ ۲۶)۔ پس پلوس اس بات کی تعلیم نہیں دے رہا کہ پاکیزگی کا نجات سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ ہمارے اعمال میں نجات نہیں دلا سکتے بلکہ ہماری نجات کی بنیاد خدا کے فضل پر ہے۔ ہم اس کے فضل کے بغیر نجات نہیں پاسکتے۔ لیکن جب ہم ایمان کے ساتھ خدا کے فضل کا جواب دیتے ہیں تو ہماری زندگیوں میں حقیقی نجات آتی ہے۔ اگلی آیت پر غور کریں اس میں پلوس کہتا ہے

”کیونکہ ہم اُسی کی کارگیری ہیں اور مسیح یسوع میں اُن نیک اعمال کے واسطے مخلوق ہوئے جن کو خدا نے پہلے سے ہمارے کرنے کے لئے تیار کیا تھا۔“ (افسیوں ۱۰:۲)

اب ہم مسیح میں مخلوق ہے اور روح القدس میں منے سرے سے تازہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ہم تابعداری سے نیک اعمال کے ساتھ چل سکیں۔ پس پلوس کی نجات کی مساوات ایسی ہیں۔

ایمان + فضل = نجات + تابعداری۔ ایمان + فضل برابر ہے نجات + تابعداری کے

Grace+Faith=Salvation+Obedience

جب خدا کے فضل کا جواب ایمان سے دیا جاتا ہے تو اس کا نتیجہ ابدی نجات اور نیک اعمال کلتا ہے۔ تاہم وہ جو پلوس کے الفاظ کو ان کے متن سے توزتے پھوڑتے ہیں وہ اس طرح کافار مولانا بتاتے ہیں۔

فضل+ایمان-تابعداری=نجات

Grace+Faith-Obedience=Salvation

اس کا مطلب ہے فضل جمع ایمان متنی تابعداری برابر ہے نجات کے۔ بالکل مقتضی کے مطابق یہ بدعت ہے۔ اگر ہم پولوس کے الفاظ کے متن کو غور سے پڑھیں۔ ہم جلد ہی جانیں گے کہ جو صورت حال افسس میں پائی جاتی تھی بالکل ایسی ہی صورت حال وہاں بھی تھی جہاں کہیں پولوس نے منادی کی۔

یہودی لوگ نئے غیر یہودی مسیحیوں کو اس بات کی تعلیم دیتے تھے۔ اگر وہ نجات پانچا ہے یہ تو وہ موسیٰ کی شریعت کے مطابق ختنہ کروائیں اور پکھر سو ماٹ پُر عل کریں۔ پولوس نے رسومات اور ختنہ کے کاموں کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہا کہ یہ کام نجات نہیں دلا سکتے ہیں۔ (افسیوں ۲: ۱۱-۲۲)

افسیوں کے نام پولوس کے اس خط کو اگر ہم مزید پڑھیں تو ہم دیکھیں گے کہ پولوس اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ پاکیزگی نجات کے لئے نہایت اہم ہے۔

”اور جیسا کہ مقدسوں کو مناسب ہے تم میں حرامکاری اور کسی طرح کی ناپاکی یا لاچ کا ذکر تک نہ ہو۔ اور نہ بے شرمی اور بیہودہ گوئی اور خلطہ بازی کا کیونکہ یہ لائق نہیں۔ بلکہ عکس اس کے شکرگزاری ہو۔ کیونکہ تم یہ خوب جانتے ہو کہ کسی حرامکاری یا ناپاک یا لاچ کی جو بت پرستی کے برابر ہے مسح اور خدا کی بادشاہی میں پکھ میراث نہیں۔ کوئی تم کو بے فائدہ ہاتوں سے دھوکا نہ دے کیونکہ ان ہی گناہوں کے سب سے نافرمانی کے فرزندوں پر خدا غضب نازل ہوتا ہے۔“

(افسیوں ۶: ۳-۵) اگر پولوس کا یہ ایمان تھا کہ خدا اپنے فضل کے باعث کسی توبہ نہ کرنے والے، حرامکار، لاچی یا ناپاک کو نجات دے سکتا ہے۔ تو پھر وہ یہ الفاظ کہیں نہ کھٹتا۔ افسیوں ۸: ۹-۹ میں پولوس کے الفاظ کے لفظی معنی کو صرف اور صرف اس خط کے متن کے حوالہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔

گلتیوں کی ناکامی

The Galatian Fiasco

گلتیوں کے نام پولوس کے خط کی ترجمانی بھی اس کے سیاق و سبق کے حوالہ سے نہیں کی جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ لکھتا ہے کہ انہیں کی بنیادی تعلیم کو مسخ کر دیا جاتا ہے۔ پولوس نے اس خط میں گلتیوں میں پائی جانے والی اس غلطی کو درست کرنے کی کوشش کی۔

گلتیوں کے نام پولوس رسول کے خط کا مرکزی خیال یہ ہے۔ ”نجات ایمان کے وسیلہ سے ہے ناکہ شریعت کے اعمال کے باعث“، کیا پولوس نے اس بات پر غور و خوض کیا۔ اس خط کو پڑھنے والے اس سے یہ نتیجہ انذکر یہ گے۔ کہ خدا کو اپنی بادشاہی

میں داخل ہونے کے لئے پاکیزگی کی ضرورت نہیں ہے؟ بالکل نہیں۔

پہلے نہ پر ہم دیکھتے ہیں پلوں رسول ایک بار پھر ان یہودیوں سے جھپڑ کرتا ہے۔ جو نور میسیحی کو اس بات کی تعلیم دیتے تھے کہ نجات حاصل کرنے کے لئے ہے۔ انہیں موسوی شریعت پر عمل کرنا ہو گا اور ختنہ کروانا ہو گا۔

پلوں نے ختنہ کے اہم مسئلے کو بار بار اپنے خط میں بیان کیا۔ ایسا لگتا ہے کہ اس میں یہودی آئین پر زور دیا گیا ہے۔ (گلتیوں ۲:۹، ۳:۷، ۱۲:۹، ۱۳:۲، ۱۴:۱، ۱۵:۲، ۲۰:۲، ۲۱:۱، ۲۵:۱) پلوں نے اس بات پر زور نہیں دیا کہ گلتیوں کے ایماندار یوسع مجھ کے احکام کی تابعداری کریں۔ بلکہ اس نے اس بات پر زور دیا کہ وہ اپنی نجات کے لئے یوسع مجھ پر ایمان لائیں۔ موسوی شریعت اور ختنہ انہیں نجات نہیں دے سکتے۔

جب ہم گلتیوں کے نام پلوں کے خط کے متن پر غور کرتے ہیں تو ہم جانتے ہیں کہ وہ باب نمبر ۵ میں لکھتا ہے۔ ”اور اگر تم روح کی ہدایت سے چلتے ہو تو شریعت کے ماتحت نہیں رہے۔ اب جسم کے کام تو ظاہر ہیں۔ یعنی حرام کاری، ناپاکی شہوت پرستی، بت پرستی، جادوگری، عداوتیں، جھٹکا، حسد، غصہ، تفرقة، جدا یا نشر بازی۔ ناج رنگ اور ان کی مانند ان کی بابت تمہیں پہلے سے کہہ دیتا ہوں جیسا کہ پیشتر جملہ چاہکا ہوں کہ ایسے کام کرنے والے خدا کی بادشاہی کے وارث نہ ہو گے“ (گلتیوں ۵:۱۸-۲۱)

اگر پلوں گلتیوں کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ پاکیزگی کے بغیر آسمان کی بادشاہی میں داخل ہو سکتے ہیں۔ تو وہ پھر بھی بھی یہ الفاظ نہ لکھتا۔ اس کا پیغام یہ نہیں تھا کہ ناپاک لوگ آسمان کی بادشاہی میں داخل ہو سکتے ہیں۔ بلکہ اس نے یہ کہا کہ وہ جو خدا کے فضل اور مجھ کی قربانی کو حفظلا تے ہیں۔ اور موسوی شریعت اور ختنہ کے ذریعے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ بھی بھی نجات حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ نجات ختنہ کے باعث نہیں ملتی ہے۔

یوسع پر ایمان لانے کے نتیجے میں نجات ملتی ہے جو ایمانداروں کوئی مقدس یا پاک مخلوق میں تبدیل کرتی ہے۔ (گلتیوں ۶:۱۵)

اس سے ایک بار پھر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب مقدس کا ترجمہ کرنے کے لئے سیاق و سبق یا حوالہ متن کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ خدا کے کلام کی سیاق و سبق کے بغیر ترجمانی صرف ایک ذریعہ ہے جو خوبخبری کی روح کو بگاڑتی ہے۔ ہم ایسے خادموں کی سوچ پر صرف جیران ہی ہو سکتے ہیں جو یہ کام بڑے پیکانے پر کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں نے ایک خادم کو یہ کہتے سنा کہ جب ہم خوبخبری کی منادی کریں تو اس وقت ہمیں خدا کے غصب کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ باقبال مقدس کہتی ہے ”خدا کی مہربانی تجوہ کو توبہ کی طرف مائل کرتی ہے۔“ (رومیوں ۲:۳)

پس اس خادم کے کہنے کے مطابق انجیل کی خوبخبری کی منادی کرنے کا ایک مناسب طریقہ یہ ہے کہ صرف اس کی محبت اور مہربانی کو بیان کیا جائے۔ جو یقیناً لوگوں کو توبہ کی طرف مائل کرے گی۔

لیکن جب اس خادم کی رومیوں ۲ باب میں سے دی گئی آیت کو سیاق و سبق کے حوالے سے پڑھتے ہیں تو ہم جانتے ہیں یہ خدا

کی عدالت اور اُس کے مقدس قہر پر پوچھی کرتی ہے۔

”اور ہم جانتے ہیں کہ ایسے کام کرنے والوں کی عدالت خدا کی طرف سے حق کے مطابق ہوتی ہے۔ اے انسان! تو ایسے کام کرنے والوں پر الزام لگاتا ہے اور خود وہی کام کرتا ہے کیا یہ سمجھتا ہے کہ تو خدا کی عدالت سے حق جائے گا؟ یا تو اُس کی مہربانی اور تحمل اور صبر کی دولت کو ناجائز مانتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ خدا کی مہربانی تھک کو توبہ کی طرف مائل کرتی ہے؟ بلکہ تو اپنی سختی اور غیر تائب دل کے مطابق اُس قہر کے دن کے لئے اپنے واسطے غصب کمار ہا ہے جس میں خدا کی پچی عدالت ظاہر ہو گی۔ وہ ہر ایک کو اُسکے کاموں کے موافق بدل دیگا۔ جو نیکواری میں ثابت قدم رہ کر جلال اور عزت اور بقاء کے طالب ہوتے ہیں ان کو ہمیشہ کی زندگی دیگا۔ مگر جو تنفر قد اور حق کے نہ ماننے والے بلکہ ناراستی کے ماننے والے ہیں ان پر غصب اور قہر ہو گا۔ اور مصیبت اور نگی ہر ایک بدکار کی جان پر آئیگی۔ پہلے یہودی کی پھر یونانی کی“ (رومیوں ۹:۲۶)

پلوں خدا کی مہربانی کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے۔ خدا کی مہربانی اُس کے قہر کرنے میں تاخیر کو ظاہر کرتی ہے۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ ایک خادم باپنسل مقدس کے بڑے سیاق و سباق یا حوالہ متن کی روشنی میں ایک بیان کو نامعقول بنادیتا ہے۔ باپنسل مقدس ایسے خادموں کی مثالوں سے بھرپڑی ہے۔ جنہوں نے گنجھا روں کو اعلانیہ خبردار کیا کہ وہ توبہ کریں۔

کلام مقدس کا استحکام

Scripture's Consistency

چونکہ باپنسل مقدس ایک شخص کے ذریعے الہام پذیر ہوئی۔ اس لئے شروع سے آخر تک اُس کے پیغام میں ہم آئنگی پائی جاتی ہے۔ اس لئے ہم عبارت میں خدا کے مطلوب مقصود کو سمجھنے کے لئے ایک پھرے پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ خدا کسی ایک آیت میں ایسا کچھ نہیں کہہ گا جو دوسری آیت سے مختلف ہو یا ان میں اختلاف پایا جائے۔ اور اگر ایسا معلوم ہو تو ہمیں اُس وقت تک ان دونوں آیات کا مطالعہ کرنا چاہیے جب تک اُن میں ہم آئنگی نہ پائی جائے۔ مثال کے طور پر یوسعؐ کے پہاڑی و عظی میں کئی ایک جگہ پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اور پرانے عہد نامہ کی اخلاقی شریعت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ اُس میں پرانے عہد نامہ کی اخلاقی شریعت کو درستی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر

”تم من چکھو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بد لے آنکھ اور دانت کے بد لے دانت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گا لہر طما نچ مارے دوسرے ابھی اُس کی طرف پھیر دے۔“ (متی: ۵: ۳۸-۳۹)

یوسعؐ نے پہلے موسیٰ کی شریعت کا حوالہ دیا۔ اور پھر ایک ایسا بیان دیا جو موسیٰ کی شریعت کے اس حوالے سے بالکل متفاہگتا ہے۔ ہم کیسے ترجمہ کر سکتے ہیں کہ اُس نے کیا کہا؟ کیا خدا نے بنیادی اخلاقیت کے مسئلے پر اپنی سوچ کو تبدیل کر دیا؟

سیاق و سبق یا حوالہ متن اُس کو سمجھنے میں ہماری مدد کریگا۔

حقیقت میں یسوع اپنے شاگرد سے بتیں کر رہا تھا۔ (متی ۱: ۲-۵) یہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے خدا کے کلام کو فہمیوں اور فریسیوں سے سنا جاؤں کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتے تھے۔

وہاں انہوں نے سننا کہ خدا کی شریعت کہتی ہے کہ ”آنکھ کے بد لے آنکھ اور دانت کے بد لے دانت۔“ یہ ایک ایسا حکم تھا جس کے مطلب کو فقہی اور فریلی گھما پھر ادیتے تھے۔ اور یہ اس لئے ہوتا تھا کہ وہ ترجمہ کرتے ہوئے سیاق و سبق سے لاپرواہی کرتے تھے۔ اس حکم کو دینے کا خدا کا ہرگز مطلب نہ تھا کہ اس کی ترجیمانی اس طرح کی جائے کہ لوگ اپنے ذاتی انتقام یا بد لے کے لئے اس کو استعمال کریں۔ درحقیقت اُس نے موسوی شریعت میں کہا کہ بد لے لینا اُس کا کام ہے۔

(استشنا ۳۲: ۳۵)۔ اس لئے اُس کے لوگ اپنے دشمنوں سے یہکہ سلوک کریں۔

(خروج ۵: ۲۳-۲۴) لیکن فہمیوں اور فریسیوں نے اُن احکام کو تھکرایا اور خدا کے ان الفاظ کی خود ترجیمانی شروع کر دی۔ ”آنکھ کے بد لے آنکھ“ یہ ایک ایسی چیز ہے جو ایک شخص کو اپنے ذاتی انتقام کا حق دیتی ہے۔

”آنکھ کے بد لے آنکھ اور دانت کے بد لے دانت“ کے بارے یہ حکم؛ اسرائیلی عدالت میں انصاف کی غرض سے اُس کے بیان کردہ احکام کے پہرے میں ملتا ہے۔

(خروج ۲۱: ۱۹-۲۲، استشنا ۱۵: ۲۱-۲۲) عدالتی نظام میں شرط رکھنا بذات خود ذاتی انتقام کی اجازت نہ دینے کے بارے خدا کا مکاشفہ ہے۔ انفرادی بینا دوں پر غیر جانبدار قاضی جو شہادتوں کی تحقیق کرتے ہیں وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ بد لے کی بجائے انصاف کریں۔ خدا عدالتوں اور قاضیوں سے یہ امید کرتا ہے کہ وہ غیر جانبداری سے جرم کی نوعیت کے لحاظ سے سزا دیں گے۔ پس ”آنکھ کے بد لے آنکھ اور دانت کے بد لے دانت“۔

سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ ہم اُس چیز میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے قابل ہوں۔ جس میں پہلے اختلاف نظر آ رہا تھا۔ یسوع اپنی بھیڑ کی مدد کر رہا تھا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے جھوٹی تعلیم کے تحت اپنی تمام زندگی برکی تھی کہ وہ ذاتی انتقام کے بارے خدا کی مرضی کو سمجھیں۔ بدله ایک ایسی چیز تھی جس کا ذکر پہلے مسوی کی شریعت میں ہوا لیکن فریسیوں نے اس کے صحیح مطلب کو گھما پھر ادیا۔ یسوع اُس شریعت کی مخالفت نہیں کر رہا تھا جو اس نے مسوی کو دی۔ وہ صرف اس کے حقیقی معنی کو ظاہر کر رہا تھا۔

یہ اس بات کو بھی درستگی سے سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ کہ یسوع بڑی نوعیت کے جھگڑوں میں ہم سے کیا تو قع کرتا ہے۔ خدا نہیں چاہتا تھا کہ اسرائیلی اپنے ساتھی اسرائیلیوں سے اپنی کالائف کا بدله لیں اگر وہ چاہتا تو بھی بھی عدالتی نظام نہ قائم کرتا۔ عقل مند کی طرح سوچیے کہ خدا اس بات کی تو قع نہیں رکھتا ہے کہ ایک مسیحی دوسرے مسیحی کے باعث لگنے والی ٹوکر کا اُس سے بدله لے۔ نیا عہد نامہ بیان کرتا ہے کہ مسیحی لوگ اپنے جھگڑوں کے فیصلے کے لئے مقدمہ سون کے پاس جائیں۔

(۱۔ کرتھیوں ۲: ۱-۲)۔ اس میں کوئی برائی نہیں کہ ایک مسیحی بے دین کے پاس بڑے جھگڑے کے فیصلے کے لئے جائے۔ بڑے جھگڑے یعنی آنکھ یا دانت توڑنا جبکہ معمولی جھگڑے میں جیسا کہ یسوع نے کہا کہ منه پر طما نچ کھانا وغیرہ وغیرہ۔

خدا چاہتا ہے کہ ہم اُس کی مانند گنگاروں اور بڑے لوگوں پر حرم کریں۔ یہ چھوٹی چھوٹی مثالیں اُن ایمانداروں کے لئے بڑی پر مطلب ہیں جو یہ وع کی تابع داری کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے قصور و احوال کو معاف کرتے ہیں۔

وہ یہ تصور کرتے ہیں کہ وہ اپنا دوسرا گال بھی اُن کی طرف پھیر رہے ہیں۔ اس کے لغوی معنی یہ ہے ہیں کہ چور کو دوبارہ چوری کرنے کی اجازت ہے یا اُس کو تعلیم دینا ہے کہ اس کے حرم کی کوئی سر انہیں ہے۔

اس طرح کے میکی پھر دوسرے لوگوں کے خیر خواہ نہیں جن کی چیزوں ہی چور چاتا ہے۔ جس کو انہوں نے معاف کیا تھا۔ خدا چاہتا ہے کہ چور عدالت کی ذلت اٹھائیں اور توپ کریں۔ لیکن جب کوئی آپ کا معمولی نقصان کرتا ہے جیسا کہ گال پر طما نچہ مارتا ہے تو اُس کو عدالت میں نہ لے جائیں یا اُس کے گال پر طما نچہ نہ ماریں۔ بلکہ اس پر محبت اور شفقت ظاہر کریں۔

پرانے عہد نامے کی نئے عہد نامے کی روشنی میں ترجمانی

Interpret the Old in light of New

ہمیں نہ صرف نئے عہد نامہ کی آیات کی ترجمانی پرانے عہد نامے کی روشنی میں کرنی چاہیے۔ بلکہ پرانے عہد نامے کی آیات کی ترجمانی نئے عہد نامہ کی روشنی میں کرنی چاہیے۔ مثال کے طور پر کچھ مغلص ایمانداروں نے موسیٰ کے نذاریٰ قوانین کو پڑھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مسیحیوں کو شریعت کے مطابق اُن غذاوں کو کھانے سے پر ہیز کرنا چاہیے جن کو کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر وہ نئے عہد نامے کی صرف دو عبارتوں کو پڑھیں تو وہ جائیں گے کہ نئے عہد نامے کے تحت موسیٰ کے نذاریٰ قوانین کا اطلاق نہیں ہوتا ہے۔

”اُس نے اُن سے کہا کیا تم بھی ایسے بے سمجھ ہو؟ کیا تم نہیں سمجھتے کہ کوئی چیز جو باہر سے آؤ کے اندر جاتی ہے اُسے ناپاک نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ وہ اُس کے دل میں نہیں بلکہ پیٹ میں جاتی ہے اور مزبلہ میں نکل جاتی ہے؟ یہ کہہ کر اُس نے تمام کھانے کی چیزوں کو پاک ٹھہرایا۔“ (مرقس ۷:۱۸-۱۹)

”لیکن روح صاف فرماتا ہے کہ آئندہ زمانوں میں بعض لوگ گمراہ کرنے والی روحوں اور شیاطین کی تعلیم کی طرف متوجہ ہو کر ایمان سے بر گشته ہو جائیں گے۔ یہ اُن جھوٹے آدمیوں کی ریا کاری کے باعث ہو گا جنکا دل گویا گرم لو ہے سے داغا گیا ہے۔ یہ لوگ بیاہ کرنے سے منع کر یہ گے اور اُن کھانوں سے پر ہیز کرنے کا حکم دیجے جنہیں خدا نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ ایماندار اور حق کو پہچانے والے انہیں شرگزاری کے ساتھ کھائیں۔ کیونکہ خدا کی پیدا کی ہوئی ہر چیز اچھی ہے اور کوئی چیز انکار کے لائق نہیں بشرطیکہ شرگزاری کے ساتھ کھائی جائے۔ اس لئے کہ خدا کے کلام اور دعا سے پاک ہو جاتی ہے،“ (تین تھیس ۲:۱-۵)

عہد تحقیق کے مطابق ہم موسیٰ کی شریعت کے تابع نہیں بلکہ مجھ کی شریعت کے تابع ہیں۔ (۱۔ کرنھیوں ۶:۲۰-۲۱)

اگرچہ یہ وع مسیح نے موسیٰ شریعت کے اخلاقی پہلوؤں کو اپنی شریعت میں شامل کیا لیکن نہ تو اُس نے اور نہ ہی رسولوں نے

اس بات کی تعلیم دی کہ مسیحی موسیٰ کی غذائی شریعت پر عمل کریں۔
تاہم یہ بات واضح ہے کہ تمام ابتدائی مسیحی یہودیت سے مسیحیت میں آئے تھے۔ اس لئے وہ اپنی ثقافت کے مطابق موسیٰ کی غذائی شریعت پر عمل کرتے تھے۔ (اعمال ۹:۱۰-۱۲)

جب کوئی غیر یہودی یسوع پر ایمان لاتا تو ابتدائی یہودی مسیحی انہیں کہتے کہ موسیٰ کی غذائی شریعت پر عمل کرو۔
(اعمال ۱:۱۵-۲۱) پس موسیٰ کی غذائی شریعت پر عمل کرنے میں کوئی برائی نہیں لیکن یہ تصور کرنا ہے کہ اس پر عمل کر کے ہم نجات پاسکتے ہیں (یہ غلط چیز ہے)

کچھ ابتدائی مسیحی اس بات کے قائل بھی تھے کہ بتوں کے آگے دی گئی قربانی کا گوشت کھانا گناہ ہے۔ پلوں نے ایمانداروں کو ہدایت کی کہ کمزور ایمان والوں کے ساتھ چلو۔ (رومیوں ۱:۱۲)

اگر کوئی شخص اپنے ایمان کے تحت خدا کے سامنے کسی چیز کو کھانے سے پر ہیز کرتا ہے۔ اُس کو ملامت کرنے کی بجائے اُس کی اس عبادت کی تعریف کرنی چاہیے۔ وہ شخص جو شخصی ایمان کے باعث کچھ خاص کھانوں کو نہیں کھاتا۔ اُس کو چاہیے کہ وہ ان پر الزام نہ لگائے جو کھاتے ہیں۔ دونوں گروپوں کو چاہیے کہ وہ محبت کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ چلیں۔ جیسا کہ یہ خدا کا حکم ہے۔ (رومیوں ۱۹:۱-۲)

لبذا ہمیں چاہیے کہ پرانے مکافہ کو نئے مکافہ کی روشنی میں ترجمہ کریں۔ خدا کی طرف سے دیئے جانے والے کسی بھی مکافہ میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ (یہ ہمیشہ اعزازی ہوتا ہے)

ثقافتی اور تاریخی سیاق و سباق

Cultural and Historical Context

اگر ممکن ہو تو کتاب مقدس کی عبارت کا مطالعہ کرتے وقت اُس کے ثقافتی اور تاریخی سیاق و سباق کو بھی ملاحظہ کریں۔ کلام کے تاریخی، جغرافیائی اور ثقافتی اہم پہلوؤں کے بارے معلومات سے ہمیں اُس کو سمجھنے میں بڑی حد تک مدد ملتی ہے۔ پس اس لئے ہمیں کتاب مقدس کے علاوہ اور کتابوں کو پڑھنے کی بھی ضرورت ہے۔ یہاں چند مثالیں دی گئی ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ ثقافتی اور تاریخی معلومات باہم مقدس کے مطالعہ سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کو کس طرح دور کرتی ہیں۔

(۱) باہم مقدس میں ہم بعض دفعہ پڑھیں کہ لوگ گھروں کی چھتوں پر چڑھتے تھے۔

(اعمال ۹:۶) یا چھتوں کو ادھیر کر اندر جانے کے لئے جگہ بنائی جاتی تھی (مرقس ۲:۴) اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ باہم مقدس کے زمانہ میں اسرائیل میں عام طور پر گھروں کی چھتیں ہمارے ہوتی تھیں اور یہ کہ چھتوں پر چڑھنے کے لئے زیادہ تر گھروں کے باہر ریڑھیاں ہوتی تھیں۔ اگر ہمیں اس بات کا علم نہ ہوتا تو ہم تصور کر سکتے تھے کہ باہم مقدس کے کچھ کردار گھر کی چھت پر ناگھمیں پھیلا کر چلتے اور جمنی سے چھتے۔

(۲) مرق ۱۱-۱۲ میں ہم پڑھتے ہیں کہ یوس نے انجیر کے ایک درخت پر لعنت کی کیونکہ اس میں بچل نہیں تھا اگرچہ یہ انجیر کے بچل لانے کا موسم نہ تھا۔ اس سے ہمیں یہ جاننے میں مدد ملتی ہے کہ انجیر کے درخت میں موسم کے بغیر بھی کچھ انجیر پائی جاتی ہے۔ لہذا یوس نے بے وجہ یہ تو قع نہ کی تھی کہ اس میں بچل ہو گا۔

(۳) اوقایے: ۲۷-۲۸ میں ایک عورت کے بارے ہم پڑھتے ہیں جو ایک فریلی کے گھر میں داخل ہوئی، جہاں یوس کھانا کھا رہا تھا۔ وہ اُس کے پاؤں کے پاس روپی ہوئی کھڑی ہو کر اُس کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے اُن کو پوچھا اور اُس کے پاؤں بہت چوٹے اور ان پر عطرڈ والا۔

ہم اس بات پر حیران ہیں کہ یہ چیز کیسے ہوئی۔ جبکہ یوس کھانے کی میز کے گرد بیٹھا تھا۔ کیا وہ رینگ رینگ کر میز کے نیچے گئی؟ وہ دوسرے کھانے والوں کی ناگوں میں کس طرح گزر کر یوس کے پاس گئی؟

اس کا جواب ہمیں اوقایے: ۲۷ میں ملتا ہے ”پس وہ اُس فریلی کے گھر جا کر کھانا کھانے بیٹھا“

اُن دنوں میں کھانا کھانے کا عام طریقہ یہ تھا۔ وہ فرش کی ایک جانب چھوٹے سے میز کے گرد بیٹھتے اور ایک ہاتھ سے خود کھاتے اور دوسرے ہاتھ سے دوسروں کو کھلاتے تھے۔ کیا اس حالت میں اس عورت نے یوس کی قدم یوئی کی۔ یہ چیز اس بات کو سمجھنے میں بھی ہماری مدد کرتی ہے۔ کہ آخری فتح کے موقع پر یوحنانے یوس سے سوال پوچھنے کے لئے کس طرح اُس کی چھاتی کا سہارا لیا۔

یوحنانے یوس کے منہ کی طرف پیچھا کر کے بیٹھا ہوا تھا اور اُس نے یوس سے سوال پوچھنے کے لئے اپنی کمر یوس کے سینے کے ساتھ لگائی۔ (یوحننا: ۲۳-۲۵)

Davinai کی آخری کھانے کی مشہور ترین تصویر یہ ظاہر کرتی ہے۔ یوس مجھ میز پر بیٹھا ہے اور اُس کی دلوں جانب چھچھ شاگرد بیٹھے ہیں۔ یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مصور نے باہل مقدس کے نمونے کو نظر انداز کیا ہے اُسے کچھ تاریخی سیاق و سبق یا متن کی ضرورت ہے۔

کپڑوں کے بارے ایک عام سوال

A Common Question About Clothes

دنیا کے چاروں اطراف کے پاسبان اکثر بھی سے یہ سوال کرتے ہیں۔ کیا تمگی عورتوں کا ٹراوزر پہننا قابل قبول ہے۔ جبکہ کلام مقدس اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ عورت مرد کا لباس پہنے؟ یہ ایک اچھا سوال ہے جس کا جواب ہم ترجیحی کے کچھ ٹھوٹ اصولوں اور ثقافتی سیاق و سبق کے ذریعے دے سکتے ہیں۔ آئیں پہلے ہم باہل مقدس میں عورت کو مرد کا لباس پہننے کی ممانعت پر غور کریں۔

”عورت مرد کا لباس نہ پہنے اور نہ مرد عورت کی پوشش کیونکہ جو ایسے کام کرتا ہے وہ خداوند تیرے خدا کے نزد یک گروہ

ہم یہ سوال پوچھتے ہوئے اس بحث کا آغاز کر سکتے ہیں۔ یہ حکم دینے میں خدا کی نیت یا ارادہ کیا تھا؟ کیا اُس کا مقصد عورتوں کو ٹراوُز رپنے سے منع کرنا تھا؟

نہیں، اُس کا یہ ہرگز مقصد نہ تھا۔ کیونکہ جب غدانے یہ کام کیا اُس وقت اسرائیل میں مرد ٹراوُز نہیں پہنچتے تھے۔ ٹراوُز کو مردوں کا لباس تصویر نہیں کیا گیا تھا۔ یا اس معاملے میں کسی کے لباس کو مد نظر نہیں رکھا گیا تھا۔ واقعیت جو لباس عورتیں باطل کے زمانہ میں پہنچتی تھیں آج عورتیں جو لباس استعمال کرتی ہیں وہ بھی اُس سے متاثر ہے۔

تاریخی اور شفافی معلومات کچھ حد تک خدا کے اس کلام کا ترجیح کرنے میں ہماری مدد کرتی ہیں۔

پس خدا کا ارادہ کیا تھا؟ ہم پڑھتے ہیں کہ مختلف جنس کا لباس پہننا خداوند کی نظر میں مکروہ ہے۔ یہ خیال بڑا چیدہ قسم کا ہے۔ اگر ایک آدمی تین سینٹنڈ کے لئے کسی عورت کا دوپٹہ اپنے سر پر لیتا ہے۔ تو کیا یہ خدا کی نظر میں مکروہ ہے؟ یہ بات قدِ ملنکوں سی لگتی ہے۔ یہ خیال کرنا درست ہے کہ خدا نے جس چیز کی مخالفت کی وہ یقینی کہ لوگ مختلف جنس نظر آنے کی غرض سے اس طرح کا لباس پہنچتے تھے۔ کیوں کر کوئی ایسا کرنا چاہتا ہے؟ کیونکہ اُس کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ اپنے کسی ہم جنس کو ورغلائے۔

میرا خیال ہے کہ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کیسے خدا کی نظر میں مکروہ ہے۔ پس استھنا ۵:۲۲ کو بنیاد بنا کر کوئی بھی یہ تجھے اخذ نہیں کر سکتا ہے۔ کہ عورت کا ٹراوُز رپنگا غلط ہے یا صحیح ہے۔ جب تک وہ ایسا کام نہ کرے۔ جس سے اُس کے مختلف جنس میں غیر معمولی جنسی حس پیدا ہو جب تک وہ عورت نظر آتی ہے۔ اُس وقت تک ٹراوُز رپنگا اُس کے لئے گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ باطل مقدس اس بات کی تعلیم دیتی ہے کہ عورت حیاد اور لباس پہننے (تین تھیں ۹:۲)۔ پس اس لئے ٹراوُز جو فیگنگ میں ہوتا ہے اور غیر مناسب لباس لگتا ہے۔ اور اس سے مردوں میں ہوس پیدا ہوتی ہے۔ مغربی ممالک میں عورتیں جو لباس استعمال کرتی ہیں وہ مکمل طور پر غیر مناسب ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں یہ لباس صرف عصمت فروش عورتیں پہنچتی ہیں۔ کسی بھی مسیحی عورت کو سرے عام ایسا لباس نہیں پہننا چاہیے جو غیر مناسب ہو۔

کچھ اور خیالات

A Few Other thoughts

یہ بڑی حد تک دلچسپ بات ہے کہ جن میں کسی پاسبان نے مجھ سے سوال نہیں کیا کہ عورتوں کو ٹراوُز رپنگا چاہیے یا نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک لمبے عرصے سے چینی عورتیں ٹراوُز رپنچتی آرہی ہیں۔ مجھ سے یہ سوال ان ممالک کے پاسبانوں نے کیا جہاں عورتیں ٹراوُز نہیں پہنچتیں یہ چیز اُن کے ثقافتی تصور کو ظاہر کرتی ہے۔

میرے لئے یہ بھی بڑی دلچسپ بات ہے۔ مانتا میر میں کسی بھی خاتون پاسبان نے مجھ سے یہ سوال نہیں پوچھا۔ کیونکہ وہاں

مرد روایتی طور پر سکرٹ پہنچتے ہیں لیکن وہ اس کو لوگی کہتے ہیں۔

مختلف ثقافتوں میں مردوں اور عورتوں کے لباس میں اختلاف کے بارے کیا قانون ہے۔ چنانچہ ہمیں اپنی ثقافت کو باہل مقdes کے مطابق سمجھنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

میں اس بات پر برا حیران ہوں۔ بہت سارے لوگ استثنائے ۲۲:۵ کو بنیاد بناتے ہوئے کیوں یہ تصور کرتے ہیں کہ عورتوں کو ٹراؤز نہیں پہنانا چاہیے۔ جبکہ وہ اخبار ۱۹:۲۷ میں ان کے بارے جو لکھا ہے اس پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ جس میں یہ لکھا ہے۔

”تم اپنے اپنے سر کے گوشوں کو بال کاٹ کر گول نہ بنانا اور نہ تو اپنی داڑھی کے کونوں کو بلگاڑنا“۔

(اخبار ۱۹:۲۷)۔ کیا مرد شیو کر کے اخبار ۱۹:۲۷ میں دیے گئے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں۔ کیونکہ داڑھی مرد کو عورت سے مختلف ظاہر کرتی ہے۔ اور ان عورتوں کو مجرم ٹھہراتے ہیں جو ٹراؤز پہن کر مردوں کی طرح نظر آنے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہ چیز تھوڑی حد تک مردوں کی منافقت کو ظاہر کرتی ہے۔ تاریخی معلومات اخبار ۱۹:۲۷ میں خدا کے ارادے کو سمجھنے میں ہماری مدد کرتی ہیں۔ داڑھی کے کونوں کو بلگاڑنا بُت پرستوں کی ایک رسم تھی خدا نہیں چاہتا کہ اس کے لوگ بُت پرستوں کی مانند نظر آئیں۔

کون مخاطب ہے؟

Who is speaking

ہمیں باہل مقdes کی دی گئی عبارت کا ترجیح کرنے کے لئے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اس عبارت میں کون بات کر رہا ہے۔ جیسا کہ سیاق و سبق کی تھوڑی، بہت معلومات صحیح ترجیح کرنے میں ہماری مدد گارثا بات ہوتی ہے۔ اگرچہ باہل مقdes کی ہر ایک چیز الہامی ہے۔ لیکن باہل مقdes کی ہر ایک چیز خدا کا الہامی کلام نہیں ہے میرے کہنے کا کیا مطلب ہے؟ کتاب مقdes کی بہت ساری عبارتوں میں لوگوں کے غیر الہامی الفاظ بھی درج ہیں۔ پس ہمیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ باہل مقdes میں لوگوں کی کہی ہوئی ہر ایک چیز خدا کی طرف سے الہام ہے۔

مثال کے طور پر کچھ لوگ ایوب اور اُس کے دوست کے الفاظ کا حوالہ دینے میں غلطی کرتے ہیں جیسا کہ وہ تصور کرتے ہیں کہ یہ خدا کا الہامی کلام ہے۔

اس غلط فہمی کی دو بڑی وجہات ہیں۔ پہلی نمبر پر ایوب اور اُس کا دوست ۳۲ باب تک رائے دیتے ہیں۔ وہ باہم متفق نہیں ہوتے۔ ظاہر ہے جو کچھ انہوں نے کیا وہ خدا کا الہامی کلام نہ تھا۔ کیونکہ خدا انہاً مخالف نہیں ہے۔

دوسرے نمبر پر ایوب کی کتاب کے آخر پر خدا نے خود کلام کیا۔ اُس نے ایوب اور اسکے دوست کو یہ کہتے ہوئے جھرکا کروہ دونوں وہ باتیں کر رہے ہیں جو درست نہیں ہیں۔ (ایوب ۳۸:۳۲)

پس نئے عہد نامہ کو پڑھتے وقت باطل کو مد نظر رکھیں۔ بہت سارے مقامات پر پولوس نے بیان کیا کہ اُس کی تصنیف کا خاص

کس کو مخاطب کیا جا رہا ہے

Who is being Addressed?

ہمیں نہ صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ باہم مقدوس کی دی گئی عبارت میں کون خطاب کر رہا ہے۔ بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ کن کو مخاطب کیا جا رہا ہے۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو ہم غلطی سے ایسی چیز کو اپنے اوپر لا گو کر لیتے ہیں جس کی اجازت نہیں۔ یا ہم غلطی سے اس حکم کی تابعداری نہیں کرتے جس کا حکم دیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر کچھ لوگ ۳۲ زیور میں کئے گئے وعدے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔

”وہ تیرے دل کی مرادیں پوری کریگا“ (زبور ۷:۳۰)۔ کیا یہ وعدہ ہر پڑھنے والے کے لئے ہے یا جو اس کو جانتا ہے؟ نہیں لیکن اگر ہم اس کے متن کو پڑھیں تو ہمیں چلتا ہے کہ یہ وعدہ ان لوگوں کے لئے ہے۔ جوان پانچ شراکٹ پورا کرتے ہیں۔

”خداؤند پر توکل کرو اور نیکی کر۔ ملک میں آباد رہ اور اُس کی وفاداری سے پورش پا۔ خداوند میں مسرورہ اور وہ تیرے دل کی مرادیں پوری کریگا“ (زبور ۷:۳۱-۳۲)۔

پس اس سے ہم یہ سکتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ جانا بہت ضروری ہے کہ کس سے خطاب کیا جا رہا ہے یا کس کو مخاطب کیا گیا ہے

ایک اور مثال

Another Example

”پھر اُس سے کہنے لگا دیکھ ہم نے تو سب کچھ چھوڑ دیا اور تیرے پیچھے ہوئے ہیں۔ یسوع نے کہا میں تم سے حق کہتا ہوں کہ ایسا کوئی نہیں جس نے گھر بھائیوں یا بہنوں یا ماں یا باپ یا بچوں یا کھیتوں کو میری خاطر اور انھیں کی خاطر چھوڑ دیا ہو۔ اور اب اس زمانہ میں سو گناہ پائے۔ گھر اور بھائی اور بہنیں اور ماں میں اور بچے اور کھیت گر ظلم کے ساتھ۔ اور آنے والے عالم میں ہمیشہ کی زندگی۔“ (مرقس ۱۰:۲۸-۳۰)

جب کوئی انھیں کی منادی کے لئے مالی مدد کرتا ہے۔ تو وہ سو گناہ پانے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ لیکن کیا یہ وعدہ ایسے لوگوں سے کیا گیا ہے؟ نہیں۔ یہ وعدہ ان سے کیا گیا ہے جو حقیقی طور پر انھیں کی منادی کے لئے اپنا گھر باری خاندان کو چھوڑتے ہیں۔ جیسا کہ پھر نے کیا۔ اُس نے یسوع سے سوال کیا کہ اُس کو اور اُس کے شاگردوں کو کیا صدِ ملے گا۔

وہ جو سو گناہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ گھروں اور کھیتوں پر زیادہ زور دیتے جبکہ وہ بچوں اور ظلم انھانے کا ذکر نہیں کرتے۔ یسوع مسیح کے کہنے کا یہ ہرگز مطلب نہیں تھا کہ وہ جو انھیں کی منادی کے لئے اپنا گھر چھوڑے گا۔ اُس کے بد لے میں اُن کو سو گھر ملیں گئے۔ اُس نے وعدہ کیا کہ جب وہ اپنے گھروں اور خاندانوں کو چھوڑیں گے تو روحانی خاندان میں اُن کے نئے ارکان اُن

کے لئے اپنے گھروں کو ہولیں گے۔ سچے شاگرد ملکیت حاصل نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود کچھ حاصل نہیں کرنا چاہتے۔ وہ صرف خدا کی چیزوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

آخری مثال

A Final Example

جب لوگ یسوع کے زیتون کے پہاڑ پر دیئے جانے والے خطبے کو پڑھتے ہیں۔ جس کا ذکر ہمیں متى ۲۲:۲۵ میں ملتا ہے۔ کچھ لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ وہ غیر نجات یافتہ لوگوں سے کہہ رہا تھا۔ لہذا وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ کہ اس خطبے میں جو کچھ کہا گیا اس کا اطلاق ان پر نہیں ہوتا۔

وہ بے ایمان نوکر اور دس کنوواریوں کی تمثیل کو اسی طرح پڑھتے ہیں کہ یہ غیر نجات یافتہ سے کہی گئی ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ یہ دونوں تمثیلیں یسوع نے اپنے قریبی شاگردوں سے کہیں (متى ۳:۲۲) (مرقس ۳:۱۳) پس اگر تمثیلیں میں پڑس، یوحنا، یعقوب اور اندریاوس کو خبردار کیا گیا کہ یہ ممکن ہے کہ وہ معجزہ کی آمد ٹانی پر تیار ہوں۔ یسوع کے پہاڑی وعظ کا اطلاق ہر ایک ایماندار پر ہوتا ہے۔

حتیٰ کہ ان پر بھی جو ایسا نہیں سوچتے کیونکہ وہ اس بات کو سمجھنے میں ناکام ہوئے ہیں کہ یسوع کن کو خاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

اصول نمبر ۳: ایمانداری سے پڑھیں۔ عبارت یا متن میں اپنی تھیالو جی کو زبردستی شامل نہ کریں۔ اگر آپ کوئی ایسی چیز پڑھتے ہیں جو آپ کے ایمان کے مترادف ہے۔ تو بالکل مقدس کو تبدیل کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ اپنے ایمان کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں۔

چونکہ ہم میں سے ہر ایک پہلے سے حاصل کیے ہوئے تصورات کی بنیاد پر کتاب مقدس کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس لئے بالکل مقدس کو ایمانداری سے پڑھنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ ہم مجھے اس کے کہ اپنے ایمان کو بالکل مقدس کے مطابق ڈھالیں۔ ہم اپنے ایمان کی وجہ سے بالکل مقدس کے مطلب کو بدلت کر رکھ دیتے ہیں۔ بعض اوقات ہم ایسی آیات کی تلاش کرتے ہیں جو ہمارے عقیدے میں مدد گارثابت ہو سکیں۔

مثال کے طور پر میں نے ابھی ابھی متن میں اپنی تھیالو جی (علم الہی) کو شامل کرنے سے منع کیا ایک استاد پہلے متى ۲۸:۱۱ کو پڑھتا ہے۔ یہ یسوع کی ایک مشہور کہاوت ہے۔

”اے محنت اٹھانے والا اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگوں سے پاس آؤ میں تم کو آرام دوں گا میرا ہو اپنے اوپر اٹھا اور مجھ سے سیکھو۔ کیونکہ میں حلیم ہوں اور دل کافروں تھا۔ تو تمہاری جانیں آرام پائیں گی۔“ (متى ۲۸:۱۱-۲۹)

پھر اس استاد نے ان آیات کی اس طرح وضاحت کی؛ یسوع مسیح لوگوں کو دو مختلف قسم کے آراموں کی پیش کش کر رہا ہے۔ پہلے نمبر پر وہ نجات کے آرام کی بات کر رہا ہے ۱۱:۲۸ اور دوسرے نمبر پر شاگرد بنانے کے بوجھ سے آرام دینے کی پیشکش کر رہا

ہے۔ ۱۱:۲۹ یوں مسح کے زمین پر آنے سے ہم نے نجات کا آرام پالیا۔ دوسرا آرام ہم اُس سے حاصل کریں گے جب ہم خود مسح کی تابعداری میں دیں گے یا اُس کا ہوا اٹھائیں گے۔

لیکن کیا یوں کے کہنے کا مطلب یہ تھا؟ نہیں، یوں نے یہ نہیں کہا کہ وہ ووتم کے آرام کی پیشکش کر رہا تھا۔ اُس نے محنت اٹھانے والوں اور بوجھ سے دبے لوگوں سے کہا کہ میرے پاس آؤ میں تم کو آرام دوں گا۔ اس آرام کو حاصل کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کسح کے ہو اک اٹھایا جائے یعنی اُس کی تابعداری کی جائے۔ حقیقت میں یوں کے کہنے کا مطلب یہ تھا۔ اُس نے اسیات کی ترجمانی اس انداز میں کی؟ کیونکہ اس عبارت کے ظاہری معنی اُس کے اُس عقیدے کے خلاف تھے۔ کہ آسمان پر جانے والے مسیحیوں کی دو اقسام ہیں یعنی ایماندار اور شاگرد۔ پس وہ ایمانداروں کے ساتھ اس عبارت کی ترجمانی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ عہد عتیق میں ہمیں کہیں بھی اس بات کی تعلیم نہیں ملتی ہے کہ آسمان پر جانے والے مسیحیوں کی دو اقسام ہیں یعنی ایماندار اور شاگرد۔ درحقیقت تمام سچے ایماندار شاگرد ہیں۔ وہ جو شاگروں نہیں وہ ایماندار نہیں۔ شاگرد بنانا سچے ایمان کا بھل ہے۔

آئیں ہم سب باسل مقدس کو ایمانداری سے پڑھنے کا عہد کریں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو اس کا نتیجہ یہ لکھے گا کہ ہم پورے دل سے یوں مسح کی تابعداری کریں گے۔